نکلتے ہی مکوں گھونسوں ٹھڈوں سے اس مصلح کی وہ مرمت کرتا ہے کہ وہ زندگی بھر کے لئے اصلاح احوال کے لئے پینترہ بھول جاتا ہے بلکہ چوکڑی بھول جاتا ہے بعض مصلحین کا حال بے حال تو ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں جو زمانے کا چلن ہے اور بعض دم سادھے ہمیشہ کے لئے چپ ہو جاتے ہیں گویا دمن بر چہرہ زخمے بود و بہ شد۔ خود میں نے اپنی زندگی میں "تلقین واصلاح" کے بہت تجربے کئے ہیں، باز اب بھی نہیں آتا مثلاً یہاں ملتان میں، میں نے محلے کی ایک بچی کو اس بری بات سے روکا کہ وہ اپنی ماں کو باواز بلند اور بر سر راہ، گالیاں بک رہی تھی۔ میں نے اسے پیار سے بھی سمجھایا اور ڈانٹ کے بھی۔ میں اسے ڈانٹ ڈپٹ کر کے گھر آیا تو چند لمحوں بعد اس کی ماں آپے سے باہر ہو کے ہمارے گھر آ گئی اور مجھے بے نقط سنانی شروع کر دیں۔ صبح کا وقت تھا۔ اباجی مرحوم و مغفور اپنی اللہ اللہ میں مصروف تھے۔ وہ بھی بہت بے لطف ہوئے اور میری طرف متوجہ ہو کے فرمایا تمہیں جو میں نے کئی بار منع کیا ہے کہ محلے کے نمبردار مت بنو مگر تم باز نہیں آتے۔ اب پیچھے کیوں ہٹتے ہو؟ آگے بڑھو اور خوب ماں بہن کی سنو!

اب سوال یہ ہے کہ ان حالات و عادات کے ہوتے ہوئے کون کس کی تربیت کرے اور کون کس کی حفاظت کرے؟ اس بگڑے ہوئے معاشرے میں جہاں سماجی قدریں منہ چھپائے پھرتی ہوں یا دم توڑ چکی ہوں تربیت کیسے ممکن ہے؟ لے دے کے ایک ہی تربیت گاہ ہے۔ وہ ہے اسکول۔ اور اسکولوں کا نامہ اعمال روزاخباروں کی زینت بنتا ہے۔ فیسوں کی بڑی بڑی رقمیں بٹور کر اخلاق و عادات کا جو جھول جھبا اس نسل کو پہنایا جا رہا ہے۔ اعمال و اذواق کا جو جھومر انکی پیشانی کی زینت بنایا جا رہا ہے وہ اچھے انسان تو کجا محض انسان بھی پیدا نہیں کرتا اور یہ جو کچھ ہمارے سماج میں رچ بس گیا ہے، یہودیوں، عیسائیوں، مشرکوں کی خاموش اطاعت کے سبب سے ہے۔ ہماری شادی بیاہ کی رسمیں، ہماری موت فوت کے رواج، ہماری ثقافتی حرکتوں ریتوں اور پریتوں کی گہما گہمی، چمک دمک اور پسند...... کیا دین سے بغاوت نہیں؟ عورت کی آزادی واختیار کا بے دھڑک استعمال، بے باکی، جسموں کی نمائش کی تربیت...... کیا یہ حربے حفاظت و تربیت کے ہیں؟ اسلاف کو جاہل، پھسڈی، دقیانوس کہنا سمجھنا اور اسی وجہ سے انہیں درخور اعتنا نہ سمجھنا کیا یہ حفاظت و تربیت کے سنگھاسن ہیں؟ دیندار لوگوں کو ریجڈ، فنیٹک، فنڈامنٹلسٹ کہنا، انکو ہوٹ کرنا، انکا قافیہ تنگ کرنا، انہیں سماج میں "نکو" بنانا، ذلت و مسکنت کا سمبل سمجھنا، سمجھانا کہنا، ذرائع ابلاغ سے عوام کو یہی باور کرانا اور خواص میں انکا داخلہ ممنوع قرار دینا...... کیا یہ رویے تربیت و حفاظت کے قواعد و ضوابط ہیں۔ آج کا پنجاب بھی انہی رویوں، قدروں کی زد میں ہے۔ پنجاب کو تہذیب جدید کی مکاریوں، عیاریوں، فنکاریوں سے غسل دیا جا رہا ہے۔ پنجاب کو تہذیب فرنگ کی گھٹی دی گئی۔ پنجاب کو آج چچا نواب کی گرجدار آواز کی ضرورت ہے۔ یہ گرجدار آواز سرحد بلوچستان میں بہرحال ہے۔ یہ کرمکا اندرون سندھ بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن ان انسانوں کو، ان علاقوں کو جہاں یہ آوازیں گونجتی اور آوارہ خرام منڈوں اور کڑیوں کو روکتی ٹوکتی اور

(بقیہ ۲۱ پر)

قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت

حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو

علماء کا خراجِ تحسین

مولانا مجاہد الحسینی:

ادب اور صحافت کے محاذ پر قیام پاکستان کے بعد حضرت ابوذر بخاری نے ہی لادین عناصر کو سب سے پہلے للکارا۔ عربی، فارسی اور اردو میں وہ جو اپنا فکری سرمایہ چھوڑ گئے ہیں، اس سے آئندہ کئی نسلیں استفادہ کریں گی۔ وہ میرے علمی محسن تھے۔

مولانا عزیز الرحمن خورشید:

اللہ کا ڈر، رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے محبت، ان کی زندگی کی متاعِ عزیز تھی۔

مولانا عبد الرشید (مہتمم جامعہ رشیدیہ ساہیوال):

ان کی مثالی دینی استقامت نے شخصیت کا گہرا نقش چھوڑا ہے۔

مولانا ارشاد الحق اثری: (ادارۃ العلوم الاثری فیصل آباد)

وہ اپنے والد محترم کے نقشِ قدم پر دینِ اسلام کی آبیاری و سرفرازی کے لئے زیست بھر کوشاں و ساعی رہے۔

مولانا ابو ریحان عبد الغفور (اسلام آباد):

حضرت شاہ جی کے انتقال سے علمی دنیا اندھیری ہو گئی۔ "موت العالِم موت العالَم" کا صحیح نقشہ سامنے آگیا۔

مولانا محمد اسلم صدیقی: (پنجاب یونیورسٹی)

شاہ صاحب ایک درویش خدا مست اور سچے عالم دین تھے۔

مولانا ظفر الحق (سکھر):

انہوں نے موجودہ دور کے صاحبزادگان کی مانند حکومت پرستی اور زر کی ہوس میں خود کو آلودہ نہیں کیا اور اکابر کے نقشِ قدم پر رہتے ہوئے فریضۂ تبلیغ باللسان و بالقلم خوب نبھایا۔ ایسی نادر اور قادر الکلام شخصیت موجودہ دور میں میری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ آپ جس مقام و مرتبہ کی شخصیت تھے ہم انہیں وہ مقام نہ دلا سکے۔ اور نہ ہی اپنوں نے اس بات کو پسند کیا کہ حق دار کو حق دے دیا جائے۔